محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اور ہندوستانی تہذیب وثقافت

ڈاکٹر وسیم بیگم

شعبۂ اردو، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

محمد قلی قطب شاہ اردو شعر و ادب کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہے۔ یہ گولکنڈہ کے قطب شاہی خاندان کا پانچواں سلطان گزرا ہے۔ محمد قلی کی پیدائش ۱۵۶۵ء میں گولکنڈہ میں ہوئی۔ صرف پندرہ سال کی عمر میں ۱۵۸۰ء میں وہ تخت نشیں ہوا اور ۳۱ سال تک شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔

محمد قلی کی شاعری میں بہت سی خصوصیات جیسے معنی آفرینی، طرز ادا، شاعرانہ تعلّی اور مضامین کا تنوع وغیرہ یکجا ہوگئی ہیں۔ دراصل محمد قلی قطب شاہ کی جو شخصیت بنی اس میں ہندو مسلم اتحاد ماں کی گود سے ہی شامل تھا۔ کیوں کہ اس کی ماں بھاگیرتی ایک ہندو عورت تھی اور والد ابراہیم قطب شاہ کا سلسلۂ نسب ایران کے شہر ہمدان کے ایک حکمراں ترک قبیلے سے ملتا تھا۔ بچپن میں اس نے اپنی والدہ کی گود میں پرورش پائی۔ باپ کا خون رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ اس طرح محمد قلی نے ہندوستانی تہذیب وثقافت کو اپنی شاعری میں اس طرح جگہ دی کہ ہندوستانی تہذیب اور محمد قلی کی شخصیت ایک جان دو قالب بن گئے۔ حالاں کہ محمد قلی فارسی زبان سے بھی متاثر تھا اور ایران کے ادیبوں اور شعرا کو گولکنڈہ میں دعوت دیتا۔ ان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتا۔ اس کے باوجود اس کی شاعری میں ہندوستانی تہذیب اس طرح پیوست ہے کہ اس کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ فارسی شاعری میں محبوب کے جنس کا ذکر معیوب سمجھا جاتا تھا اور محبت کا اظہار بھی ڈھکے چھپے الفاظ میں ہوتا تھا۔ فارسی زبان کے شعرا، شاعری میں محبوب جنس کا تذکرہ برائے نام کرتے تھے، لیکن قلی قطب شاہ نے ہندوستانی اثرات قبول کرتے ہوئے اپنے عشق کا اظہار کھل کر کیا۔ وہ اپنے محبوب سے عشق کا اظہار بھی کرتا ہے اور اس کی شاعری سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا محبوب کوئی حسین عورت ہے جس کے عشق میں وہ دیوانہ ہوگیا ہے اور محبوب کے بغیر اس کا ایک لمحہ بھی گزارنا مشکل ہے:

مکھ تیرا دیکھ کر میں آج مست
تیرے مُکھ کے تیئں ہوا ہوں بُت پرست

یہاں محبوب کے حسن کے ساتھ ہندوستانی لفظیات مُکھ، مست اور بُت پرست کو بھی بہ خوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کی پوری شاعری ہندوستانی تہذیب میں رچی بسی ہے:

نیناں خوشی سوں دھووں پگ اب پلک سوں جھاڑوں
جے کوئی لیاوے مکھ پھول کا تمہارا
تجھ بن پیارے نیم ٹک نینا میں منج آتی نہیں
رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں

یہ تو تھے غزل کے اشعار جس میں اردو اور ہندی زبانوں کے امتزاج کو بہ حسن وخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستانی تہوار، باغات، موسم، ہندوستانی رسومات، جشنوں اور میلوں، دکنی لباس اور زیورات کا ذکر بھی پرکشش انداز میں کیا ہے۔

بسنت کا تہوار آج بھی ہندوستان میں بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے اور اس دور میں بھی محمد قلی نے بسنت کا ذکر بہت شادمانی اور مسرت سے کیا۔ یہ تہوار دراصل موسم بہار کی آمد کی نوید لاتا ہے۔ اس تہوار پر قطب شاہی محلات کی آرائش کی جاتی۔ بازاروں، دکانوں اور راستوں کو سجایا جاتا۔ خواص و عام سب بسنت کا استقبال کرتے۔ حوضوں میں مختلف رنگ گھول دیے جاتے اور یہ تہوار پانی اور پھولوں سے کھیلا جاتا۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

بسنت کھیلیں عشق کا آ پیارا
تمھیں ہیں چاند میں ہوں جوں ستارا

شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیا یا بسنت
نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

اُمنگاں سوں بسنت آیا نورانی
کریاں کسوت[1] سکیاں سب آروسانی[2]

بسنت باس چُن چُن کے چنڑی بند ہے
جواہر کے لہراں سوں آیا بسنت

(۱،لباس،۲،دلہن جیسا)

محمد قلی اپنی تہذیب سے اس طرح جُڑا ہوا ہے کہ اس کی شخصیت یا اس کی شاعری کو اس ہندوستانی تہذیب سے الگ کر کے نہیں دیکھ سکتے۔ اس کا خمیر اسی تہذیب سے اٹھا ہے۔ اسی لیے ہندوستان کی ہر شے اس کی شاعری میں حلول ہوگئی ہے۔ وہ کسی بھی چیز سے اپنا دامن نہیں بچا سکا۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

''محمد قلی کے کلام میں ہندوستانی ماحول، ہندو دیو مالا اور ہندوستانی طرز فکر کا اثر نمایاں ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنس کو تقدس سے وابستہ کرنے کا تصور بھی اسی کی دین ہے۔''

(کلیات قلی قطب شاہ،ص:۱۲۰،
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،نئی دہلی،۱۹۸۵ء)

محمد قلی کو ہند کی سرزمین سے والہانہ محبت تھی۔ یہاں کے پہاڑوں اور دریاؤں سے اس کو عشق تھا۔ ان کا ذکر کیے بغیر وہ شادمانی محسوس نہیں کر سکتا تھا:

سکی نیہہ کہ نہالاں پھُل کھلے ہیں
کہ باس آنند کی جمناں تھے آئی

جیسا کہ اوپر بسنت کے اشعار سے ظاہر ہوا کہ وہ اپنا ہر تہوار اپنی رعایا کے ساتھ مناتا تھا۔ بسنت ہی کی طرح اس نے دوسری عیدیں، شب برأت اور دوسری تقریبات بھی عام آدمی کے ساتھ منائی ہیں۔ اس طرح وہ اپنے ساتھ اپنی رعایا کو بھی خوش وخرم دیکھنا چاہتا تھا۔ محمد قلی کی شاعری اس کے ماحول کی پروردہ ہے۔ اس نے ہندوستانی معاشرت وتہذیب کو اپنی شاعری میں پیش کر کے ہندوستانی شاعری کے دائرہ کو وسیع کیا۔ جو فارسی کے محدود موضوعات تھے ان سے شاعری کو آزاد کر کے اس میں ہندوستانی رنگ بھرا۔ اردو شاعری کے موضوعات میں اتنا تنوع پیدا کیا جس سے بعد میں آنے والے شعرا مستفید ہوئے۔ نیز اردو شاعری کا دامن وسیع ہوا۔ شب برأت پر بہت سی غزل نما نظمیں موجود ہیں۔ ان نظموں سے شب برأت کی مقبولیت پر روشنی پڑتی ہے:

مبارک کا خبر شبرات لے کر آئیا سرؔ تھے
کہ میرے بخت کا طالع ؔسورج جھکایا سر تھے

خدا کے کرم سیتی[۱] شبرات آیا
خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا

(۱،آیا ۲،مانند۳،طلوع ہونے والا ۴،چمکنے والا،سے)

اس کے علاوہ شاعر نے عید، بقرعید، نوروز پر نظمیں لکھ کر اس دور کی معاشرت اور تہذیب کو زندہ جاوید کر دیا۔ ان نظموں کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں یہ ہندوستانی تہوار کس طرح مناتے تھے اور خود سلطان جس نے گولکنڈہ میں حیدرآباد جیسا خوب صورت شہر بسایا۔ کس طرح وہ والہانہ انداز میں ان تہواروں کو مناتا تھا۔ بقرعید پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

خوشی خبراں سنایا عید بکرید
کہ قرباں ہونے کو آیا عید بکرید

عشرت کے پھولاں کا یون لیایا بسنت بکریدسوں
سب رنگ بھریاں کے من کے تئیں بھایا بسنت بکریدسوں

محمد قلی دراصل ایک عاشق مجاز انسان تھا۔ پھر اس کو اپنے قلبی جذبات واحساسات کا اظہار کرنے کے لیے ایسا ماحول ملا جس میں رہ کر وہ آسانی سے اپنی تمام آرزوؤں اور تمناؤں کو بروئے کار لا سکتا تھا۔ اسی لیے اس کی تمام شاعری پر اگر غور وفکر کریں تو ایک ہی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے اور وہ ہے عشق۔ اسی عشق کو اس نے مختلف رنگوں اور مختلف کیفیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کے عشق کی سرمستی سر چڑھ کر بولتی ہے۔ شاعر کے اس عشقیہ جذبے کو مستحکم کرنے میں ہندوی دیومالائی عناصر نے بھی ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ چنانچہ بقرعید ہو یا شب برأت، عید ہو یا بسنت وہ ہر ہندوستانی تہوار میں اپنی محبوباؤں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کے مواقع تلاش کر لیتا ہے۔ تہواروں کے بعد اگر موسم کی بات کریں تو محمد قلی نے موسم برسات ہو یا موسم سرما ہر موسم کا ذکر ادائے بے نیازی کے ساتھ کیا ہے۔ اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ ہندوستانی مٹی کی بوباس اور قومیت کا جذبہ اس کے اندر اس طرح سرایت کر گیا تھا کہ ہندوستان سے جڑی ہوئی ہر شے سے وہ متاثر بھی ہوا اور اس کا اظہار بھی برملا اس نے اپنی شاعری میں کیا ہے۔ اس کی ایک مختصر نظم ہے ٹھنڈ کالا جو موسم سرما پر ایک دلکش نظم کہی جا سکتی ہے۔ عشقیہ تصورات تو یہاں بھی حاوی ہیں لیکن جذبات کے اظہار میں جس طرح کی روانی، پُرکاری اور لفظیات میں سادگی ہے وہ اپنی جگہ اہم ہے:

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا[۱]
پیا بن ستاتا مدن بالے بالا[۲]

رَہَن نہ سکے پیا باج دیکھے
ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا
اے سیتل[1] ہوا! منج گے نا پیا بِن
مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
سجن مکھ شمئے[4] باج اجالا نہ بھاوے
بھلایا ہے منج جیوں کوں اوٗ[5] اجالا
جو رات آوے چنّدنی کی مج کوں ستاوے
کہ چندنہ منج نئیں نَیَں سوز[7] بالا[8]
مرے من کا بھاتا ہے لالن[9] سوں ملنا
منجے بھاتے ہیں پیو کنٹھ مالا[10]

(۱،سردی کا موسم ۲،صاف ۳،گزرنا ۴،شمع (املا) ۵،وہ ۶،نہیں ۷،چشم سوز ۸،لڑکی ۹،محبوب ۱۰، گلے میں پہننے والا ہار)

ہندوی بحروں اور ہندوی لفظیات سے اس غزل میں اور زیادہ نغمگی پیدا ہوگئی ہے۔ نیز غزل کی تاثیر میں اضافہ ہوا ہے۔

اس کے علاوہ موسم برسات میں شاعر نے جس طرح کی منظرکشی کی ہے وہ نہ تو عرب سے تعلق رکھتی ہے اور نہ ایران سے۔ یہ مرقع نگاری ہندوستانی فضا، یہاں کی قوس قزح ہندوستانی برکھا رُت اور یہاں کی ہواؤں کا ذکر چھیڑتی ہے۔ اس کے ہر لفظ میں ہندوستان کے قدرتی حسن کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ 'مِرِگ سال' یعنی برسات کے موسم میں ہر شئے نکھر جاتی ہے۔ اس طرف شاعر نے خوب صورت اشارے کیے ہیں۔ مثال کے طور پر بیر، بہوٹیاں، پنکھڑیاں، بالوں کا جوڑا، کوئل، پپیہا کی آواز، پھوار وغیرہ ہندوستانی سرزمیں کی پیداوار ہیں۔

محمد قلی نے ہندوستانی باغات، پھلوں اور پھولوں کا ذکر بھی نرالے اور انوکھے انداز سے کیا ہے۔ ہندوستان کی ہر شے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مناظر قدرت کو پیش کرنے میں جس طرح کالی داس کو عبور حاصل تھا اس کی ایک جھلک محمد قلی کی شاعری میں بھی نظر آتی ہے:

سدا پھول بن اور مد ہے منجے
نہیں ہے خماری کہیں ہو روے

ہندوستانی رسومات میں ایک اہم رسم جلوے (شادی) کی ہے۔ دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں میں مہندی لگائی جاتی اور سات سہاگنیں اس کے سر میں تیل لگاتیں، دلہن کو قیمتی لباس اور خوب صورت زیورات پہنائے جاتے، اس کا سنگار کیا جاتا اور سر پر سہرا باندھا جاتا تھا۔ دولہا اور دلہن کو شربت پلاتے اور وہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے پان کے بیڑے کھاتے۔ کم وبیش یہی رسمیں آج بھی ہندوستان کی اکیسویں صدی میں شادی بیاہ کے موقع پر منائی جاتی ہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ شاعر نے سولہویں صدی عیسوی کی ہندوستانی تہذیب ومعاشرت کو اپنی شاعری میں اس طرح قلم بند کیا ہے کہ رہتی دنیا تک کے لیے اس کو زندۂ جاوید بنادیا۔ شادی کی رسم کی تصویر کشی دیکھیے کیسے خوب صورت الفاظ میں ہے:

پرم پیاری کا جلوہ گاہ سارے
اے چند سو سوں پریاں نگارے
رچاؤ تحت جلوے کا خوشی سوں
کہ چوند ہیر چوک موتیاں سو سنوارے
چڑاو تیل اب ساتوں سہاگاں
مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے
پلا شربت دیوہ ہاتاں میں بیڑے
بنداؤ ساریاں موتیاں کنارے

محمد قلی نے اپنی شاعری میں اس دور کے لباس، زیورات، طرز معاشرت اور ثقافت کی ترجمانی جس طرح کی ہے اس سے یہ بیش بہا خزانہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ جب سے اب تک زمانے کے کتنے نشیب وفراز آئے اس کے باوجود ہندوستانی تہذیب وثقافت محمد قلی کی شاعری میں جلوہ گر ہے۔

زیورات میں سلطان نے ٹھسی (گلے کا زیور)، گوش پارے (بُندے)، جگنی ٹیلا (ٹیکا)، کنٹھ مال (گلے کی مالا)، گل سری (گلے کا زیور)، پیچن (پاؤں کا زیور)، کنگن (ہاتھ کا زیور)، زنجیر وغیرہ کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اپنے شعروں میں ان زیورات کی خوب صورتی کو سراہا ہے۔

اگر قطب شاہی دور میں خواتین کے ملبوسات کے متعلق معلومات فراہم کرنی ہوں اور پتہ کرنا ہو کہ اس زمانے میں کون کون سے لباس عورتیں زیب تن کرتی تھیں اور کس کپڑے کے یہ لباس ہوتے تھے تو صرف محمد قلی کے کلیات کا مطالعہ کافی ہوگا۔ انھوں نے نہ صرف اس کی نشاندہی کی کہ اس وقت عورت چُنری نیم تنی، ساڑی، چولی، رومال کا استعمال کرتی تھیں بلکہ کپڑوں کی اقسام بھی بتائیں جن سے یہ لباس تیار ہوتے تھے۔ ان میں تافتا، زربغت، ریشم زرینہ والا، خومی اور تنگٹ کا کام وغیرہ خاص کپڑوں کی قسمیں ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ قلی قطب شاہ کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں ہندوستان کی مشترکہ تہذیب وتمدن کا بہت بڑا دخل تھا۔ مذہبی خیالات کے اظہار میں جہاں مسلم معاشرے کی جھلکیاں دیکھنے کو ملتی ہیں

وہیں ہندوستانی کلچر کے اثرات بھی صاف طور پر نمایاں ہیں۔ آرتی ہندوؤں میں پوجا کے وقت کی ایک خاص رسم ہے۔اس آرتی کو بھی محمد قلی نے عقیدت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور بزرگان دین سے عقیدت کے وقت آرتی کا ذکر بھی پورے عزت واحترام کے ساتھ کیا ہے:

کرتے ہیں جیواں پیار تھے تم پر تھے رضواں آرتی
زہرا سوں نس دن وارنے چند سوا تریا یا علی

محمد قلی نے پوری طرح اپنی شخصیت کو ہندوستانی تہذیب وثقافت میں ڈھال لیا تھا۔اسی لیے ہندوستانی کلچر کی کسی بھی شے کا شعری اظہار اس کے لیے باعث فخر تھا۔سندور جو ہندوستانی عورت کی سہاگن ہونے کی نشانی ہے اس کا ذکر بھی سلطان نے دلکش انداز میں اپنی شاعری میں کیا ہے:

پلک کانٹے نین باندے نہ جاوے خیال تیرے کُن
رقم اس خیال مو پیشانی کون سندور کر ساقی

سلطان ہندوستانی کلچر سے بہت متاثر تھا۔اس نے مدن بانوں کے ساتھ راون، سیتا اور پاروتی کا بھی خوب ذکر کیا ہے۔ڈاکٹر سیدہ جعفر نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ’’قطب شاہی حکمرانوں میں محمد وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے اپنا آبائی لباس ترک کر کے ہندوستانی ملبوسات کو اپنایا تھا۔‘‘
(کلیات قلی قطب شاہ،ص:۱۳۴)

ہندوستانی پھولوں کا ذکر شاعر نے کچھ اس طرح کیا ہے جیسے پھولوں کے کھلنے سے چاروں طرف بہار آ جائے۔ان پھولوں میں موگرا، کنول، سیوتی، کیوڑے کے پھول کے ساتھ ساتھ چندن کدم اور پرمل کو بھی یاد رکھتے ہیں۔ مشک اور صندل کا بہ یک وقت تصور ہندوستانی اور ایرانی تہذیبوں کا خوب صورت سنگم ہے:

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مُشک کی لانا
کوتن کی باس آتا سچلا جیا سنہارا

چندن ہور عنبر کدم کر لگا دوں
کہ موہن کو خوش باس تائیں رتچھائی

کون پرمل چندن پیو رنگ میکے
کہ اس باساں ہوئے سرمست سارے

محمد قلی قطب شاہ حسن نسواں کے ساتھ حسن تعمیر کا بھی دلدادہ تھا۔ اس نے شہر حیدر، حیدر نگر (حیدر آباد) کی تعمیر وتزئین کا آغاز ۱۵۹۱ء میں کیا اور اللہ رب العالمین سے یہ دعا مانگی:

میرا شہر لوگاں سے معمور کر
رکھیا جوں توں دریا میں مِن یا سمیع

’چار مینار‘ ۱۵۹۲ء میں تکمیل کو پہنچی، ’جامع مسجد‘ ۱۵۹۷ء میں اور اسی کے ساتھ شاہی عاشور خانہ اور دارالشفا ۱۵۹۵ء میں تعمیر ہوئے۔ اسی دوران اس نے بہت سے محلات، خدا داد محل، حیدر محل، محل کوہِ طور وغیرہ تعمیر کرائے۔ان محلوں کے نقشوں کو بھی اس نے اپنے کلیات میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نقش کر دیا۔خداداد محل کی یہ شعری تصویر دیکھیے:

خداداد محل کوں محمد سنوارے
تو اس میں جنت کے نگاراں نگارے

بلندی محل کا ہے آسماں جیا
سورج چاند تارے سو اس تھے سنگارے

نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسا محل کون
مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے ٹھارے

جوں آٹھو بہشت نمنے آٹھو چھجے اُس
خضر چشم بہتے ہیں تس میں سدارے

محل کوہِ طور کا جلوہ بھی دیکھتے چلیے
کُہہ طور پر سدا ہے سبحان کا اجالا

تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اجالا
اس طور کا سوٹھارا مانند بہشت ہے

اس نور تل چھپا ہے آسمان کا اجالا
اس محل کوں سو دیکھت بھُک پیاس سب کا جاوے

محمد قلی اعلیٰ پائے کا خوش نویس تھا۔ اس کے عہد میں تعمیر کی گئی عمارتوں میں مختلف قسم کے خط کے نمونے ملتے ہیں۔جس میں نستعلیق، نسخ، کوفی، طغرا، ثلث اہم ہیں۔

محمد قلی قطب شاہ کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ہندوستانی تہذیب و ثقافت کو اپنی شاعری میں اس طرح پیش کیا کہ اس نے اس کلچر کو رہتی دنیا تک کے لیے لافانی بنا دیا۔ ◆◆◆